رشید احمد (جالندھری)

خاندانی منصوبہ بندی

اور

اسلامی روایات

موجودہ وقت میں تیسری دنیا کو جن سنگین مسائل کا سامنا ہے، ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی پر کیوں کر قابو پایا جائے کیوں کہ اگر انسانی آبادی میں اضافے کی حالیہ رفتار برابر جاری رہی، تو تیسری دنیا کے ملکوں میں غربت، افلاس اور اقتصادی مسائل خوفناک شکل اختیار کر جائیں گے، اور یہاں لوگوں کے لیے ایک باوقار زندگی بسر کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ چنانچہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے حکومت، اہل علم اور سماجی ادارے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ پاکستان بھی ان ممالک میں شامل ہے جن کی آبادی میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، اور اہل فکر کی رائے میں یہ اضافہ زندگی کو دکھوں اور محرومیوں سے بھر دے گا۔

اس نازک مسئلے کے حل کے لیے جہاں وسائل پیداوار بڑھانے کی بات ہو رہی ہے، وہاں خاندانی منصوبہ بندی کو اختیار کرنے اور اس کے لیے ایک ٹھوس اور مربوط پروگرام کو اپنانے کی ضرورت پر بھی زور دیا جا رہا ہے۔ بڑے کنبے کی بجائے چھوٹے گھرانے کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور ضبط ولادت کے لیے جدید وسائل کو اختیار کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علمائے دین اور علوم اسلامیہ کے

ماہرین کی ایک بڑی جماعت نے شرح پیدائش میں کمی کرنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی کی حمایت کی ہے، اور اسے اسلامی تعلیمات اور روایات سے ہم آہنگ قرار دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ بعض علماء کرام نے یہ بھی کہا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی دراصل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغرب کی ایک سازش ہے، جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کی آبادی کو کم کرنا ہے۔ لیکن ان علماء نے قومی سطح پر تو خاندانی منصوبہ بندی کو اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دیا ہے، تاہم انفرادی سطح پر منع حمل کے لیے عزل (بہ وقت مباشرت خاوند کا مادہ تولید کو باہر خارج کر دینا) کی اجازت دی ہے۔

مقام مسرت ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کی حامی اور مخالف دونوں جماعتوں نے اپنے اپنے نقطہ ہائے نظر کی تائید میں قرآن و سنت ہی سے استدلال کیا ہے۔ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ مسلم معاشرے کا اپنے اجتماعی مسائل کے حل کے لیے قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنا نہایت ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس سے مسائل سلجھنے کی بجائے اور الجھ جائیں گے۔ ہم کسی صورت میں بھی اپنے اجتماعی یا اقتصادی مسائل پر قابو پانے کے لیے اسلامی تعلیمات اور روحانی اقدار سے تغافل نہیں برت سکتے۔

مسلم اور عرب دنیا کے نامور علماء اور دانش مندوں نے وقت کے اس اہم مسئلے پر خوب داد تحقیق دی ہے۔ اس موضوع پر علمی مذاکروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ مثلاً خاندانی منصوبہ بندی پر بحث کے لیے ۱۹۷۱ء میں رباط میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں پوری مسلم دنیا کے اہل علم نے حصہ لیا، اس کانفرنس کی روداد ۱۹۷۳ء میں الاسلام و تنظیم الاسرہ (اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی) کے نام سے بیروت سے

شائع ہو چکی ہے۔ اسی موضوع پر دنیائے اسلام کی معروف مذہبی دانش گاہ' جامعہ الازہر' قاہرہ نے تحقیقی کتابیں' مقالات اور فتاویٰ شائع کئے ہیں۔ جامعہ الازہر کے تین سابق سربراہوں نے بھی خاندانی منصوبہ بندی کی حمایت میں فتاویٰ جاری کئے ہیں۔ حال ہی میں شیخ الازہر' شیخ علی جاد الحق نے اپنے ایک انٹرویو میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا:

سوال: کیا ضبط ولادت قتل کی ایک شکل ہے؟ کیا یہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے خلاف تو نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور ناداری کے اندیشے سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔" (سورہ الانعام: ۱۵۱)

جواب: منع حمل نہ تو قتل ہے اور نہ ہی اسقاط جنین۔ کیوں کہ مادہ تولید' جس سے جنین کی تخلیق ہوتی ہے' بذات خود انسانی وجود نہیں ہے۔ جب مادہ تولید بیوی کے بیضے سے ملتا ہے' تو وہ جنین کی شکل اختیار کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے' یہ جنین ایک سو بیس دن کے بعد جان دار مخلوق کی حیثیت اختیار کرتا ہے۔

منع حمل دراصل ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے مادہ تولید کو بیوی کے بیضے کے ساتھ ملنے سے روک دیا جاتا ہے۔ یہ عمل قتل کے حکم میں نہیں آتا۔ آیت کریمہ میں جس قتل سے روکا گیا ہے' اس سے مراد اسلام سے قبل عہد جاہلیت کی وہ مکروہ اور غیر انسانی رسم ہے جس میں بچوں کو افلاس کے ڈر سے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ (I)

شیخ جاد الحق نے ایک اور بیان میں کہا:

"قرآن مجید کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے
کہ اس میں کوئی آیت کریمہ ایسی نہیں جو منع حمل کو یا
بچوں کی تعداد میں کمی کرنے کو حرام قرار دیتی

ہو۔"(۲)

یہاں اس بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آج مسلم دنیا کے اکثر فقہاء کرام نے انسانی آبادی میں غیر معمولی اضافے پر جس تشویش کا اظہار کیا ہے' اس کا اظہار آج سے تقریباً ایک سو سال پہلے علامہ اقبال نے کیا تھا' حالانکہ اس وقت تک انسانی آبادی کے مسئلے نے اتنی سنگین صورت اختیار نہیں کی تھی۔ علامہ کی دوربین نگاہوں نے آبادی میں غیر معمولی اضافے کے خطرات کو بہت پہلے دیکھ لیا تھا اور برصغیر کے باشندوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا تھا:

> ہمارے ملک میں سامان معیشت کم ہے اور آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ قدرت قحط اور وبا سے اس کا علاج کرتی ہے' مگر ہم کو چاہیے کہ بچپن کی شادی اور تعدد ازدواج کے دستور کی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں۔ اپنے قلیل سرمائے کو زیادہ دور اندیشی سے صرف کریں۔ صنعت و حرفت کی طرف توجہ کر کے ملک کی شرح اجرت کو زیادہ کریں اور عاقبت بینی کی راہ سے اپنے قوم کے انجام کی فکر کریں' تاکہ ہمارا ملک مفلسی کے خوفناک نتائج سے محفوظ ہو کر تہذیب و تمدن کے ان اعلیٰ مدارج تک رسائی حاصل کرے جن کے ساتھ ہماری حقیقی بہبود وابستہ ہے... لہٰذا اقتصادی لحاظ سے انسان کی بہبود اسی میں ہے کہ وہ حتی المقدور اپنی حیوانی خواہشوں کو پورا کرنے سے پرہیز کرے اور جہاں تک ممکن ہو' بچوں کی کم از کم تعداد پیدا کرے۔ یہ مقصد بڑی عمر میں شادی کرنے یا بالفاظ دیگر شرح

> پیدائش کو کم کرنے اور نفسانی تقاضوں کو بالعموم ضبط کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔" (۳)

علامہ مرحوم جہاں حالات حاضرہ اور وقت کے مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے، وہاں اپنی ثقافت، اسلامی ورثے اور شریعت مقدسہ پر بھی عبور رکھتے تھے۔ چنانچہ علامہ نے ضبط ولادت کے مسئلے پر شریعت اسلامیہ کے موقف کو بیان کرتے ہوئے کہا:

> "شریعت اسلامی نے اجتماعی مسائل میں مصالح امت کو نظرانداز نہیں کیا اور اس کے تصفیے کو اہل علم پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ حالات و مقتضائے وقت کے مطابق ان کا فیصلہ کریں۔ اس لیے اگر حظ نفس مقصود نہ ہو، حقیقی ضرورت موجود ہو اور فریقین رضامند ہوں، تو جہاں تک میرا علم رہنمائی کرتا ہے، شرعاً ضبط تولید قابل اعتراض نہیں ہے۔ اصول شرعی سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کو، اگر وہ اولاد کی خواہش مند نہ ہو، اولاد پیدا کرنے پر بالاکراہ مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن دنیا میں اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا بیشتر حصہ حظ نفس پر مبنی ہے اور محض حظ نفس کے لیے ایسا کرنا میرے نزدیک حرمت کے درجے تک پہنچتا ہے۔ شرعی پہلو سے جو میں نے رائے دی ہے، وہ ماہر شریعت کی حیثیت سے نہیں، محض اپنے علم و مطالعے کی بنا پر دی ہے۔" (۴)

آج سے تقریباً ایک صدی پہلے اقبال نے ضبط ولادت پر، اپنے علم و مطالعہ کی بنا پر جس رائے کا اظہار کیا تھا آج مسلم دنیا کے اہل علم کی

اکثریت کی یہی رائے ہے۔ مثلاً شیخ محمود شلتوت، شیخ حسن مامون اور شیخ علی جاد الحق جیسے ممتاز علماء نے اس رائے کی تائید کی ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر ایک عام پڑھے لکھے انسان کے ذہن میں یہ سوالات ابھرتے ہیں:

۱۔ کیا اسلام کے عہد اول میں فقہاء کرام نے اقتصادی مشکلات کی بنا پر بچوں کی تعداد کو کم کرنے کے لیے کبھی کوئی فتویٰ دیا، جس سے پتہ چلے کہ اسلام میں خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے؟

۲۔ کیا خاندانی منصوبہ بندی کا تصور توکل علی اللہ کے، جو اہل ایمان کا شیوہ ہے، خلاف تو نہیں؟ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا" (سورہ ہود:٦)

"اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمے ہے۔"

۳۔ کیا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ موجودہ وقت میں مغرب میں شرح پیدائش کی رفتار وہی ہے جو مسلم دنیا میں پائی جاتی ہے؟ کیا خاندانی منصوبہ بندی مسلم ممالک کے خلاف مغرب کی ایک سازش ہے؟ (۵)

ان سوالات پر اہل علم نے اپنی تالیفات میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان علمی تحریروں میں سے ایک کتاب مصری عالم ڈاکٹر عبدالرحیم عمران کے قلم سے ہے۔ آپ آج کل جامعہ الازہر میں بین الاقوامی اسلامی مرکز برائے تحقیق و مطالعہ آبادی کے مشیر ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے اس کتاب "اسلامی میراث میں خاندانی منصوبہ بندی" (Family Planning in the Legacy of Islam) میں

خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر بڑی دیدہ ریزی اور بالغ نظری سے بحث کی ہے۔ اس موضوع پر فقہ اسلامی کے معروف مذاہب نے جو عظیم فقہی سرمایہ چھوڑا ہے' فاضل مولف نے اسے اختصار و ایجاز اور حسن و خوبی سے اپنی کتاب میں یک جا کر دیا ہے۔ مزید یہ کہ فاضل مولف نے اپنی کتاب میں خاندانی منصوبہ بندی سے اختلاف رکھنے والے اہل علم کے نقطہ نظر اور ان کے دلائل پر عالمانہ بحث کی ہے' جس سے کتاب کا علمی مقام اور بھی بلند ہوگیا ہے۔ آئندہ صفحات پر ہم نے اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی پر اختصار سے جو کچھ لکھا ہے' اس کا ایک بنیادی ماخذ یہ کتاب بھی ہے۔

رشید احمد جالندھری

لاہور ۱۹۹۸ء

قرآن مجید اور کثرت عیال

اسلام کی ابتدائی تاریخ میں کثرت عیال سے بچنے کے لیے عزل ☆ ایک جائز وسیلے کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ فقہا کی اکثریت نے (خواہ اس کا تعلق اسلامی فقہ کے کسی بھی مذہب سے ہو) بیوی کی رضا مندی کے ساتھ عزل کو جائز قرار دیا ہے۔ عزل کے جواز کے لیے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے استدلال کیا جاتا ہے:

نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (سورہ بقرہ: ۲۲۳)

ترجمہ: "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو جاؤ۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام رازی نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس کا اور ابوبکر جصاص نے اپنی تفسیر "احکام القرآن" میں امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

ان شئت عزلاً او غیر عزل

"تمہیں (بہ وقت مباشرت) عزل کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔"

ابوبکر جصاص نے مزید لکھا ہے کہ "البتہ یہ عمل (عزل) بیوی کی

☆ عزل:۔ منع حمل کے لیے خاوند کا وقت مباشرت مادۂ تولید کو باہر خارج کرنا۔

رضامندی سے ہوگا اور یہی رائے جو حنفی حضرات سے نقل کی گئی ہے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہؓ سے بھی منقول ہے۔" (٦)

کثرت اولاد سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی ایک ہی شادی پر اکتفا کرے۔ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید نے فرمایا:

فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ماملکت ایمانکم ذلک ادنی الاتعولوا (سورہ النساء: ٣)

ترجمہ: "اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کرسکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو، اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔"

ان قرآنی الفاظ " ذلک ادنی الاتعولوا" کا ایک دوسرا مفہوم بیان کرتے ہوئے قرطبی نے اپنی معروف تفسیر "احکام القرآن" میں امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے: "الاتکثر عیالکم" یعنی اگر تم بچوں کی کثرت نہیں چاہتے، (تو پھر ایک ہی شادی کرو)

قرطبی نے مزید لکھا ہے کہ بعض اہل علم نے امام شافعی کے اس لغوی معنی سے اتفاق نہیں کیا، تاہم دوسرے ائمہ لغت، مثلاً کسائی، ابوعمر الدوری اور خود قرطبی نے امام شافعی سے اتفاق کیا ہے۔ (٧)

قرآن مجید کی قدیم تفسیروں میں ان آیات کریمہ کی تفسیر و تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے دور اول میں مسلمان معاشرہ "عزل" اور چھوٹے کنبے کے تصور سے آشنا تھا۔ آج اس حقیقت سے کیوں کر انکار کیا جاسکتا ہے؟

عہد رسالت ﷺ اور عزل کی اجازت

حدیث پاک کے مستند مجموعوں میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں مسلمان عزل کیا کرتے تھے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عزل کو منع حمل کے لیے ایک وسیلے کی حیثیت سے اختیار کر لیا تھا۔ اس بات کا ذکر کئی بار آنحضرت ﷺ کے سامنے آیا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو اس عمل سے منع نہیں فرمایا۔ مثلاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک متفقہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے کہا:

کنا نعزل علی عهد رسول اللّٰه علیه الصلاة والسلام' و القرآن ینزل"

ترجمہ: "ہم رسول اللہ (ﷺ) کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے' اور (اس زمانے میں) قرآن نازل ہو رہا تھا۔"

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی ایک دوسری روایت میں آیا ہے:

کنا نعزل علی عهد رسول اللّٰه علیه الصلاة والسلام فبلغ ذلک رسول اللّٰه علیه الصلاة و السلام فلم ینهنا"

ترجمہ: "ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے' رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا پتہ چلا تو آپؐ نے ہمیں اس (عزل) سے منع نہیں فرمایا۔"

ان مستند احادیث نے اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ صحابہ کرامؓ

عزل پر عمل کیا کرتے تھے۔ نیز یہ کہ عزل کے بارے میں قرآن یا آنحضرت ﷺ کی طرف سے کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔

احادیث کی کتابوں اور علمائے سلف کی تالیفات سے پتہ چلتا ہے کہ مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ عزل پر عمل کیا کرتے تھے:

۱۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ
۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
۳۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ
۴۔ حضرت زید بن ثابتؓ
۵۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ
۶۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ
۷۔ حضرت حسن بن علیؓ
۸۔ حضرت خباب بن الارتؓ
۹۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ
۱۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۸)

اس حقیقت کے پیش نظر کہ صحابہ کرامؓ نے نہ صرف عزل کی اجازت دی بلکہ ان میں سے بعض نے اس پر عمل بھی کیا' فقہاء کرام کی اکثریت نے عزل کو جائز قرار دیا۔

عزل کی تاریخی تصویر کو مکمل کرنے کے لیے یہاں اس امر کا ذکر بھی ضروری ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ نے عزل پر عمل نہیں کیا' بلکہ چند نے تو اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا۔ عزل پر ان حضرات کے عمل نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ عزل حرام ہے۔

اسلامی فقہ اور عزل

اسلامی فقہ کی تاریخ میں جن بلند پایہ فقہاء اور مفکرین نے عزل کو جائز قرار دیا ہے' ان میں سے چند حضرات کے نام اور ان کی آراء درج ذیل ہیں:

امام غزالی (وفات ۱۱۱۱ء)

امام غزالی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "احیاء علوم الدین" میں عزل پر بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عزل "ہمارے نزدیک جائز ہے۔" (والصحیح عندنا ان ذلک مباح) کیوں کہ اسلام میں کسی چیز کی حرمت کے لیے قرآن مجید یا سنت مبارکہ کی کسی نص کا ہونا ضروری ہے' یا پھر قیاس کی بنیاد پر حرمت ثابت کی جاسکتی ہے۔ لیکن قیاس خود اپنے جواز کے لیے نص کا محتاج ہے' جس کی بنیاد پر کسی نئے قضیے میں حرمت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہاں (عزل کی حرمت کے لیے) نہ تو کوئی نص ہے اور نہ ہی کوئی مثال' جو قیاس کی بنیاد بن سکے۔ جو لوگ عزل کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں' ان کے بارے میں امام غزالی لکھتے ہیں کہ ان کی ناپسندیدگی کا مطلب کراہیت تنزیہی کے سوا کچھ اور نہیں' یعنی کہ وہ اس کو جائز مانتے ہوئے بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

امام غزالی نہ صرف طبی اور اقتصادی اسباب کی بنا پر عزل کی

اجازت دیتے ہیں' بلکہ وہ بیوی کے حسن اور خوبصورتی اور جسم کی تازگی و شگفتگی کی حفاظت کے لیے بھی عزل کو جائز قرار دیتے ہیں۔ امام غزالی کو اس بات کا احساس ہے کہ بچے کم ہوں تو انسان مالی پریشانیوں سے بچا رہتا ہے اور یہ بات (مالی پریشانیوں سے بچے رہنا) نیکی و پارسائی کے لیے سودمند اور مفید ہے۔ (قلة الحرج معين على الدين)۔ بہرنوع امام غزالی کو عزل کی ممانعت کے لیے کوئی دلیل نہیں ملی۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر شادی سے اجتناب کرنا ممنوع یا حرام نہیں ہے تو حمل سے بچنا یا اجتناب کرنا کیوں کر حرام یا ممنوع ہو سکتا ہے۔ (۹)

امام غزالی کے افکار کو مزید وسعت اور ترقی امام زبیدی (وفات ۱۷۹۰ء) نے دی' جنھوں نے اٹھارویں صدی میں امام غزالی کی کتاب "احیاء علوم الدین" پر "اتحاف السادة" کے نام سے مبسوط شرح لکھی۔ آپ نے ضبط ولادت کے سوال پر سنی مذاہب کے موقف کا جائزہ لینے کے بعد لکھا کہ یہ فقہی مذاہب بیوی کی اجازت کے ساتھ عزل کو جائز قرار دیتے ہیں۔ زبیدی نے خاندانی منصوبہ بندی کے حق میں امام غزالی کی اقتصادی دلیل کی تائید کی ہے۔

ابن قیم (وفات ۱۳۵۰)

چودھوی صدی کے ممتاز عالم ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "زاد المعاد" میں عزل کے موضوع پر متعدد احادیث کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

فهذه الاحاديث صريحة فى جواز العزل و قد رويت الرخصه فيه عن عشرة من الصحابة"

ترجمہ: جواز عزل سے متعلق یہ حدیثیں واضح (اور غیر مبہم)

ہیں۔ عزل کی حلت پر دس صحابہ سے روایت آئی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ، امام شافعیؒ کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

"و قد قال الشافعی رحمہ اللہ و نحن نروی عن عدد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہم رخصوا فی ذلک ولم یروا بہ باسا"

"ہم نے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام ؓ کی ایک جماعت کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے عزل کی اجازت دی ہے، نیز یہ کہ انہوں نے عزل میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔" (۱۰)

علامہ ابن قیمؒ نے نہ صرف اپنی کتاب "زاد المعاد" میں بڑے سلیقے اور خوب صورتی سے عزل کو جائز بتایا ہے بلکہ اپنی ایک دوسری کتاب "تحفتہ الودود فی احکام المولود" میں بھی اس موضوع پر مزید روشنی ڈالی ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ ابن قیمؒ کے استاد علامہ ابن تیمیہؒ اپنے مصری فتاویٰ میں عزل کے موضوع پر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "جہاں تک عزل کا تعلق ہے، بعض علماء نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ لیکن چاروں ائمہ کرام (سنی مذاہب فقہ کے امام) نے عزل کے جواز پر اتفاق کیا ہے۔" (۱۱)

زبیدیؒ نے عزل سے متعلق ابن تیمیہؒ کی رائے کو حنبلی مذہب سے شہادت کے طور پر نقل کیا ہے۔

ابن قیمؒ کے بعد آنے والے ممتاز ماہرین شریعت و فقہ نے اپنی تصنیفات میں عزل سے متعلق قدیم فقہاء کی آراء و افکار کی تائید میں عزل کو جائز کہا ہے۔ ان علمائے متاخرین میں پندرہویں صدی کے علامہ

ابن الہمام' اٹھارویں صدی کے امام زبیدیؒ اور انیسویں صدی کے امام شوکانیؒ جیسے معروف اہل علم شامل ہیں' جنھوں نے اپنی گراں قدر تالیفات "فتح القدیر"' "شرح احیاء علوم الدین" اور "نیل الاوطار" (بالترتیب) میں عزل پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی اور بیسویں صدی

خاندانی منصوبہ بندی نے بیسویں صدی میں ایک اہم مسئلے کی حیثیت اختیار کر لی اور چنانچہ یہ مسئلہ آج تک برابر اہل علم کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔

شیخ عبدالمجید سلیم (۱۹۳۷ء)

اس مسئلے پر اس صدی میں پہلی بار ۱۹۳۷ء میں مصر کے مفتی اعظم شیخ عبدالمجید سلیم نے ایک فتویٰ جاری کیا' جس میں آپ نے خاندانی منصوبہ بندی کی تائید کی۔ شیخ موصوف کے فتویٰ کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ یہ فتویٰ اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس صدی کا پہلا فتویٰ ہے۔

۲۔ یہ فتویٰ دراصل ہمارے اسلاف' یعنی قدیم فقہائے کرام کے علم و فضل کا ترجمان ہیں۔

۳۔ اس فتوے کو مصر اور اسلامی ملکوں میں رائج منصوبہ بندی پر سبقت حاصل ہے۔ یاد رہے کہ مصر میں خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام ۱۹۶۵ء میں شروع کیا گیا تھا۔

۴۔ یہ فتویٰ اجتہاد کی خصوصیات رکھتا ہے۔

۵۔ یہ فتویٰ ایسے وقت میں جاری کیا گیا جب اس قسم کے فتوے کا اعلان قدامت پسند معاشرے میں مشکل ہی سے ہو سکتا تھا۔

۶۔ یہ فتویٰ مسلم دنیا میں عثمانی خلافت کے سقوط کے بعد کے عہد جدید کی خصوصیات رکھتا ہے۔

یہ فتویٰ ایک خاص سوال کے جواب میں لکھا گیا۔ جس میں خاندانی منصوبہ بندی کے حق میں طبی' اجتماعی اور اقتصادی اسباب کا ذکر کیا گیا تھا۔ مفتی صاحب نے حنفی فقہاء کے اقوال و آراء سے استدلال کیا اور عزل کے حوالے سے خاندانی منصوبہ بندی کی اجازت دے دی۔ مفتی صاحب نے قیاس اور اجتہاد سے کام لیتے ہوئے عزل کے لیے جدید وسائل کو جائز قرار دیا۔ تاہم آپ نے عزل کے لیے بیوی کی رضامندی کو لازمی قرار دیا۔ شیخ محمود شلتوت کی رائے میں یہ پہلا فتویٰ تھا جو قدامت پسند علمی حلقوں کے لیے حیرت کا موجب بنا۔ چنانچہ اس فتوے کی مخالفت کی گئی اور کہا گیا کہ اس فتوے میں خاندانی منصوبہ بندی کو جائز قرار دیتے ہوئے صحیح فیصلہ نہیں کیا گیا' حالانکہ یہ فتویٰ صدیوں سے رائج فقہ حنفی کی آراء پر مبنی تھا۔

جامعہ الازہر کی مجلس کا فتویٰ (۱۹۵۳ء)

جامعہ الازہر مسلم دنیا کی سب سے قدیم اور معروف اسلامی دانش گاہ ہے جو ادھر ایک ہزار سال سے اسلامی دعوت کی تبلیغ' عربی زبان کی تدریس اور مسلم معاشرے کے جدید اجتماعی مسائل کا شرعی حل پیش کرنے کے لیے تاریخی کردار ادا کر رہی ہے۔ اس جامعہ کی مجلس فتویٰ نے ۱۹۵۳ء میں ایک سوال کے جواب میں فتویٰ جاری کیا' بالکل یہی سوال اس سے پندرہ سال پہلے' یعنی ۱۹۳۷ء میں' شیخ عبدالمجید سلیم سے

پوچھا گیا تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، شیخ سلیم نے جواز کا فتویٰ دیا تھا اور قدامت پسند علماء نے اس کی مخالفت کی تھی۔ شیخ سلیم (مفتی مصر) کے دفاع میں شیخ شلتوت آگے بڑھے اور انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ صحت اور دوسرے اسباب کی بنا پر نہ صرف حنفی مذہب نے عزل کی اجازت دی ہے، بلکہ علمائے متاخرین کی اکثریت نے بھی عزل کو جائز قرار دیا ہے۔ جامعہ الازہر کی مجلس فتویٰ نے اس فتویٰ کی توثیق کی۔ یہاں اہم بات یہ ہے کہ اس مرتبہ عزل کے جواز کی تائید میں فقہ حنفی کی بجائے فقہ شافعی کو بنیاد بنایا گیا۔

شیخ محمود شلتوت (۱۹۵۹ء)

شیخ شلتوت مرحوم نے، جو جامعہ الازہر کے شیخ بھی رہ چکے تھے، اپنے فتویٰ میں پرزور طریق سے طبی، اجتماعی اور اقتصادی وجوہ کی بنا پر نہ صرف انفرادی سطح پر عزل کے اختیار کرنے پر زور دیا بلکہ بعض مخصوص حالات میں عزل کو لازمی اور واجب بھی قرار دیا، البتہ آپ نے خاندانی منصوبہ بندی کو سرکاری سطح پر بہ زور نافذ کرنے کے نظریے کو مسترد کر دیا۔ آپ نے مزید کہا کہ سرکاری سطح پر پوری قوم کو کم بچوں کی پیدائش کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ شیخ موصوف نے خاندانی منصوبہ بندی کو جائز قرار دیتے ہوئے کہا:

> "منصوبہ بندی اس اعتبار سے نہ تو فطرت کے مخالف ہے اور نہ ہی قومی شعور کے لیے ناپسندیدہ۔ یہ شریعت کی نگاہ میں ممنوع نہیں ہے۔ اگرچہ شریعت نے اس کا حکم نہیں دیا۔" (۱۲)

شیخ حسن المامون (۱۹۶۴ء)

ایک اور شیخ الازہر' جناب حسن المامون نے خاندانی منصوبہ بندی کے مسئلے پر فتویٰ دیتے ہوئے کہا:

"اسلام اپنے ابتدائی دنوں میں ایک مشرک معاشرے میں ایک اجنبی کی حیثیت سے آیا' اس کے پیرو تھوڑے تھے' جب کہ معاشرے کی ایک بڑی اکثریت اپنے مال و دولت اور سماجی اثر و رسوخ کی وجہ سے ظالم اور مستبد تھی۔ مسلمانوں کے مفاد کا تقاضا تھا کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہو تاکہ وہ دعوت اسلامی کے دفاع میں اپنی ذمہ داریوں کو نبھا سکیں اور اپنے طاقتور دشمنوں کا مقابلہ کرسکیں۔ آج حالات بدل چکے ہیں۔ آج ہمیں آبادی کی کثرت کا سامنا ہے' جس سے انسان کے معیار زندگی کو اس حد تک خطرہ لاحق ہوگیا ہے کہ بہت سے اہل فکر ہر ملک میں خاندانی منصوبہ بندی دیکھنا چاہتے ہیں... (یاد رہے) کہ اسلام جو ایک بے داغ اور خالص فطرت کا مذہب ہے ہمیشہ سے انسانی بھلائی اور بہتری کے لیے کی جانے والی کوششوں میں سب سے آگے آگے رہا ہے' بشرطیکہ وہ خدائی حکم سے متصادم نہ ہوں۔ چنانچہ اگر خاندی منصوبہ بندی کو بہ وقت ضرورت ایک وسیلے اور لوگوں کی آزادانہ مرضی سے اختیار کیا جائے تو شرعی نقطہ نظر سے مجھے اس میں کوئی قباحت یا برائی نظر نہیں آتی۔"

(اخبار الیوم، قاہرہ، ۲۲ر اگست ۱۹۶۴ء)

شیخ علی جاد الحق (۱۹۸۰ء)

جامعہ الازہر کے شیخ علی جاد الحق نے جن کا ۱۹۹۵ء میں انتقال ہوا، ۱۹۸۰ء میں مفتی مصر کی حیثیت سے ایک فتویٰ جاری کیا انہوں نے فقہی آراء و اقوال کا جائزہ لینے کے بعد خاندانی منصوبہ بندی کو جائز قرار دیا، بشرطیکہ منع حمل کے لیے جدید وسائل کا استعمال عورت کی بار آوری کو مستقل طور پر تباہ ہونے کا موجب نہ بنے۔ آپ نے اپنے فتوے میں مزید کہا کہ عزل کے عمل کو "قتل" سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی یہ عمل (عزل) توکل علی اللہ یا خدائی مشیت و ارادے کے خلاف ہے۔ رہا اسقاط حمل کا مسئلہ تو حضرت شیخ نے کہا کہ حنفی اور زیدی مدارس فقہ نے قرار حمل کے ایک سو بیس (۱۲۰) دن کے اندر اور حنبلی مسلک نے چالیس (۴۰) دن کے اندر اسقاط حمل کی اجازت دی ہے۔ البتہ ظاہری اور مالکی مذاہب فقہ نے اسقاط حمل کی مطلقاً اجازت نہیں دی۔ تمام مذاہب فقہ نے حمل سے چار ماہ کے بعد اسقاط کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ہاں، اگر ماں کی زندگی کو خطرہ درپیش ہو تو پھر چار ماہ کے بعد بھی جائز ہے۔

عزل کے بارے میں فقہی موقف کا مختصر جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کثرت اولاد سے بچنے کے لیے مانع حمل کی حیثیت سے نہ صرف عزل کی اجازت ہے بلکہ منع حمل کے لیے جدید طبی وسائل کو اختیار کرنا بھی جائز ہے۔

عزل اور تنگی معیشت

یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ عزل کا ایک بڑا محرک کثرت عیال سے بچنا ہے تاکہ آدمی تنگی معیشت اور مالی پریشانیوں سے دوچار نہ ہو۔ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ مناسب وسائل معیشت کے بغیر ایک آدمی زیادہ بچوں کی کفالت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا' اور کثرت اولاد ایک سنجیدہ اور ذمہ دار انسان کے لیے ایک کڑی آزمائش ہے۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جهد البلاء کثرة العیال مع قلة الشیبی

ترجمہ: "وسائل (معیشت) کے بغیر بچوں کی کثرت ایک کڑی آزمائش ہے۔"

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے تھے:

اللهم! انی اعوذبک من جهد البلاء

قیل ما جهد البلاء؟ یا رسول الله' قال: قلة المال و کثرة العیال۔

ترجمہ: "خدایا! میں کڑی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا' یا رسول اللہؐ' یہ "جهد البلاء" کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کثرت عیال اور قلت مال۔

حضرت ابن عباسؓ نے' جو صحابہ کرامؓ کی جماعت میں ایک ممتاز مفسر قرآن شمار کئے جاتے ہیں' ایک روایت میں کہا ہے کہ بچوں کی کثرت دراصل مشقت و تنگی کو دعوت دیتی ہے۔ قضاعی نے اپنی ایک روایت میں کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ان کثرة العیال احد الفقرین' و قلة العیال احد الیسارین

ترجمہ: "بے شک کثرت عیال غربت کی ایک قسم ہے اور کم بچے

خوش حالی کی ایک صورت۔

غربت کی دو قسموں میں ایک قسم تو یہ ہے کہ انسان پر دست نگر لوگوں کا بوجھ اس حد تک آن پڑے کہ اس کی قوت برداشت جواب دے دے۔ غربت کی ایک دوسری قسم یہ ہے کہ انسان معاشی وسائل کی کمی کی وجہ سے اپنے خاندان کی مناسب اور معقول دیکھ بھال کرنے سے قاصر ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ اپنے مناسب وسائل کے اندر رہتے ہوئے کم بچوں ہی کی عمدہ اور بہتر طور پر صحت مند نشوونما کی جا سکتی ہے۔

قرآن مجید اور انسانی زندگی

حدیث پاک میں جہاں کثرت عیال کو ایک آزمائش اور ابتلاء قرار دیا گیا ہے وہاں قرآن مجید میں کمیت اور مقدار کی بجائے کیفیت پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے عمومی طور پر انسانی زندگی کو متاع غرور سے تعبیر کیا ہے۔ متاع غرور کی فہرست میں قرآن مجید نے مال و دولت اور اولاد کی کثرت کو بھی شمار کیا ہے۔ سورہ حدید میں انسانی زندگی کی خود فریبیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا:

اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب و لھو و زینة و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولد کمثل غیث اعجب الکفار نباته ثم یھیج فتربه مصفرا ثم یکون حطما و فی الآخرة عذاب شدید و مغفرة من اللّٰه و رضوان و ما الحیوة الدنیا الامتع الغرور (الحدید:۲۰)

"جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر

(ستائش) اور مال اور اولاد کی ایک دوسرے سے
زیادہ طلب (و خواہش) ہے۔ (اس کی مثال ایسی ہے)
جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی
بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اسے
دیکھنے والا) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی
ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں
کے لیے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لیے) خدا کی
طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو
متاع فریب ہے۔"

یہی مضمون سورہ سباء:۳۴'۳۵ میں دہرایا گیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ عشرت پسند لوگوں نے خدا کے پیغمبروںؑ کی دعوت حق کا مذاق اڑایا اور دعویٰ کیا کہ مال و اولاد کی کثرت انہیں مکافات عمل سے بچا لے گی۔ اس سلسلے میں قرآن مجید نے یہ بھی فرمایا ہے:

و اعلموا انما اموالکم و اولادکم فتنہ وان اللّٰہ عندہ اجر
عظیم (سورہ انفال:۲۸)

"اور جان رکھو کہ تمہارا مال اور اولاد بڑی آزمائش
ہے اور یہ کہ خدا کے پاس (نیکیوں کا) بڑا ثواب
ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ قرآن زندگی کے حقائق کا ترجمان ہے' اس لیے وہ کہتا ہے کہ نیک اولاد کی تمنا پیغمبروں اور عارفوں کا شیوہ رہا ہے۔ سورہ آل عمران میں قرآن مجید نے حضرت زکریا کی یہ دعا بیان فرمائی ہے جس میں اولاد کے لیے کثرت کی جگہ نیکی کی صفت کا ذکر ہے۔

رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبہ (آل عمران:۳۸)

ترجمہ: ”پروردگار! مجھے اپنی جناب سے اولاد صالح عطا فرما۔“

ایک دوسری جگہ قرآن مجید نے نیک بندوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان نیک بندوں کی خدا سے یہی التجا رہی ہے کہ ان کی بیویاں اور اولاد ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں۔ (الفرقان: ۷۴)۔

قرآن مجید نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ تاریخ میں کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو میدان کارزار میں اپنے سے بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب رہیں (البقرہ: ۲۴۹)۔

کیفیت، کمیت اور انسانی زندگی سے متعلق قرآن مجید کے ارشادات اور احادیث پاک کی روایات کی روشنی میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اسلام کا عالم گیر مزاج ہجوم یا بھیڑ کا کبھی قائل نہیں رہا۔ تعداد کی قلت یا کثرت کبھی بھی اس کی نگہ التفات کا مرکز نہ بن سکی، کمیت یا مقدار کی بجائے صفت ہمیشہ اس کے پیش نظر رہی۔ چنانچہ وہی اولاد والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنتی ہے جو نیک، صالح اور خدا پرست ہو اور دنیا میں سچائی اور زندگی کی بلند قدروں کی علم بردار ہو۔ اس کے برعکس ایک کمزور، خدا اور حق سے غافل، تباہ حال جماعت، جو اپنی پشت پر بیماری، غربت، جہالت اور بے کیف و بے مقصد زندگی کا بوجھ اٹھائے پھر رہی ہو، کبھی بھی قیامت کے دن رسول مقبول ﷺ کے لیے فخر و مباہات کا باعث نہیں بن سکتی۔ جو جماعت اسلامی طریقے سے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کرنے سے قاصر ہے، حسن و خوبی کے ساتھ اللہ کے دین کی نمائندگی کرنے سے عاجز ہے، یا دشمنوں کے خلاف اپنے مقدس مقامات اور سرزمین کا دفاع کرنے میں بے بس ہے، تو اس قسم کی پس ماندہ قوم اپنی تعداد کے لحاظ سے کتنی ہی بڑی ہو، یقیناً احکام الٰہی کا مقصود نہیں اور نہ ہی اللہ کے آخری رسول ﷺ کے لیے فخر و مباہات کا باعث۔ چنانچہ مسلمانوں کا یہ

اخلاقی اور مذہبی فرض ہے کہ وہ آئینہ ایام میں پھر سے اپنی موجودہ اور تاریخی تصویر کا مشاہدہ و مطالعہ کریں اور سنجیدگی سے اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ وہ کیوں کر اپنے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور اخلاقی نشوونما کر سکتے ہیں۔ والدین' بچوں سے متعلق اپنی ملی اور مذہبی ذمہ داریوں کو پورا کر کے ہی خدا' اس کے رسول ﷺ اور تاریخ کے سامنے سرخرو ہو سکتے ہیں' اور یہ کام تخلیقی ذہن اور بیدار اور روشن دماغ کی مالک جماعت ہی انجام دے سکتی ہے' جو اپنے پاس زندگی کا ایک اخلاقی اور اجتماعی ٹھوس پروگرام رکھتی ہو۔

توکل علی اللہ اور خاندانی منصوبہ بندی

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زندگی کی دوڑ میں حصول مقصد کے لیے ایک شخص کا اسباب و علل کے دامن کو تھامنا یا خاندانی منصوبہ بندی کو اختیار کرنا دراصل توکل علی اللہ کی نفی کرنا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: "کوئی چلنے پھرنے والا نہیں، مگر اس کا رزق خدا کے ذمے ہے۔" (سورہ ہود:٦)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ پر توکل کرنا خدائی حکم اور پیغمبروںؑ اور اہل ایمان کا شیوہ ہے۔ لیکن توکل یا آیت کریمہ کا یہ مطلب لینا صحیح نہ ہوگا کہ انسان معرکہ حیات میں سعی و کاوش سے ہاتھ اٹھا لے اور اسباب و علل کو ترک کر دے۔ توکل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انسان حصول مقصد کے لیے اسباب و تدابیر کو اختیار تو کرے، اور سعی و عمل سے کام بھی لے۔ ہاں آخری کامیابی کے لیے "شمشیر" پر نہیں اللہ پر بھروسہ کرے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ توکل کا تعلق بے عملی یا کاہلی و سستی سے نہیں بلکہ سعی و عمل اور نشاط و حرکت سے ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے ایک صحابیؓ سے فرمایا: "اعقلھا و توکل" یعنی پہلے اونٹنی کے پاؤں باندھئے پھر اللہ پر توکل کیجئے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضورؐ نے توکل کا رشتہ تدبیر یا سبب سے جوڑا

ہے۔

امام غزالی نے، جو توکل کے موضوع پر سند شمار کیے جاتے ہیں، کہا ہے کہ مالی پریشانیوں سے بچنے کے لیے عزل کرنا ناجائز نہیں ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ بیوی کی خوب صورتی کی بقا کے لیے بھی عزل کیا جاسکتا ہے۔

رہا قرآن مجید کا یہ ارشاد: "اور زمین پر چلنے والا کوئی جانور نہیں ہے، جس کی روزی کا انتظام اللہ پر نہ ہو۔" تو اس آیت کریمہ کا ہرگز یہ مفہوم نہیں ہے کہ انسان بے عملی اور سستی کو اختیار کر کے کسب معاش کو ترک کر دے اور اللہ سے دعا مانگے کہ خدایا! ہمیں کام کئے بغیر رزق عطا فرما۔

قرآن مجید میں انسان کو سعی و عمل کا درس دیتے ہوئے وضاحت سے ارشاد ہے:

وان لیس للانسان الاما سعی (سورہ نجم:۳۹)

ترجمہ: "اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔"

اور مزید ارشاد ہے:

ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیر واما بانفسھم (سورہ رعد:۱۱)

ترجمہ: "خدا اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہ بدلے۔"

ان آیات کریمہ سے ظاہر ہے کہ انسان اپنی انفرادی و اجتماعی کوشش کے بغیر کچھ حاصل کرنے کی توقع نہیں کر سکتا۔

بے شبہ توکل کا صحیح مفہوم وہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے توکل کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"توکل کسان سے سیکھیے جو زمین میں بیج بوتا ہے اور
پھر (اچھی فصل کے لیے) دو جہان کے پروردگار پر اعتماد
کرتا ہے۔"

توکل کی بحث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک دوسرا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ نے ملک شام جانے کا فیصلہ کیا۔ ابھی آپ راہ ہی میں جابیہ نامی مقام پر تھے کہ پتہ چلا کہ شام میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ آپ نے واپس مدینے کا رخ کیا تو معروف صحابی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا: "کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگنا چاہتے ہیں؟ "جی ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ ہی کی تقدیر کی طرف جا رہے ہیں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا۔ (۱۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے یہ بتا دیا کہ بیماری سے بچنے کے لیے کسی تدبیر کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ زندگی میں نظم و ضبط سے کام لینا یا اقتصادی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی اختیار کرنا نظریہ توکل کے منافی ہے۔

قرآن مجید نے ہمیں بتایا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اہل مصر کو قحط کے مشکل وقت سے بچانے کے لیے سات سالہ منصوبہ بندی کی تھی۔ سورہ یوسف میں آیا ہے کہ بادشاہ وقت نے ایک خواب میں دیکھا کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں' اور سات بالیں ہری ہیں اور سات دوسری سوکھی۔ جب بادشاہ نے اہل دربار سے خواب کی تعبیر پوچھی تو وہ خواب کی صحیح تعبیر بتانے سے قاصر رہے۔ آخر میں حضرت یوسفؑ سے رجوع کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "آئندہ سات برس تک تم لگاتار کھیتی کرتے رہو گے۔ جو کچھ کاٹو اسے اس کی بالوں ہی میں رہنے دو اور صرف اتنی مقدار کو الگ کر لیا کرو' جو تمہارے کھانے

کے لیے ضروری ہو۔ پھر اس کے بعد سات بڑے سخت مصیبت کے برس آئیں گے' جو وہ سارا ذخیرہ کھا جائیں گے جو تم نے پہلے سے جمع کر رکھا ہو گا۔ مگر ہاں' تھوڑا سا جو تم روک رکھو گے' بچ رہے گا۔ (سورہ یوسف: ۴۷-۴۸)

حضرت یوسفؑ نے نہ صرف آنے والے مشکل وقت کے لیے اناج کو محفوظ رکھنے کا مشورہ دیا بلکہ اہل مصر کو قحط کی تباہی سے بچانے کے لیے خود بھی کام کیا۔ حضرت یوسفؑ کا یہ قدم کہ قحط سے بچنے کے لیے منصوبہ بندی اور مناسب تدابیر کو اختیار کیا' توکل یا مشیت ایزدی کے خلاف نہیں بلکہ اس کی تعمیل تھی۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ عالم اسباب خود اللہ ہی کا پیدا کردہ ہے اور کائنات میں علت و معلول کا رشتہ بھی اسی کے حکم سے وجود میں آیا ہے۔ مزید یہ کہ اسی نے انسان کو اس امر سے آگاہ فرمایا ہے کہ عرصہ حیات میں اس کی کامیابی کا راز ایمان اور عمل صالح میں پنہاں ہے۔

یہاں سورہ ہود کی مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ رشید رضا کی رائے کا نقل کرنا بے محل نہ ہو گا۔ آپ اپنی تفسیر "المنار" میں لکھتے ہیں:

> "تمہیں اس وجہ سے اس آیت کریمہ کا مفہوم سمجھنے میں دشواری نہیں ہونی چاہیے کہ جانوروں کی ہر نوع میں' حتیٰ کہ انسانوں میں ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں' جن پر رزق کے دروازے بند ہیں' حتیٰ کہ بعض جانور بھوک سے مر بھی جاتے ہیں۔ اس آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کے جانور کے لیے اس کی غذا کی فراہمی اور پھر اسے (غذا) اس جانور

تک پہنچانے کا ذمہ لے لیا ہے۔... اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے... کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے اس رزق کو پیدا کیا ہے جس سے وہ زندہ رہتا ہے۔ اللہ نے اس رزق کو اس کے لیے مسخر کر دیا ہے اور اس کی تلاش اور حصول کے لیے جانور کی رہنمائی بھی فرما دی ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

"ربنا الذی اعطی کل شئی خلقه ثم هدی (سوره طه:۵۰)

ترجمہ: "ہمارا پروردگار وہ ہے، جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی پھر راہ دکھائی۔

اس تفسیر سے ان جاہلوں اور شاعروں کی نادانی واضح ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ محنت اور بے عملی دونوں ایک ہیں۔ جیسا کہ بعض اہل ہوس نے جو بزعم خویش اپنے کو "متوکل" کہتے ہیں، کہا ہے:

"جری قلم القضا بما یکون : فسیان التحرک والسکون
جنون منک ان تسعی لرزق : ویرزق فی غشاوته الجنین"

ترجمہ: "جو کچھ ہونے والا ہے، قضا و قدر کے قلم نے اسے لکھ دیا ہے۔ پس حرکت اور سکون دونوں برابر ہیں۔ حصول رزق کے لیے تمہاری دوڑ دھوپ حماقت ہے۔ (اس لیے کہ) جنین کو ماں کے پیٹ میں رزق دیا جاتا ہے۔" (شیخ رشید رضا: تفسیر المنار، ج ۱۲، ص ۱۳، ۱۴)

یہاں یہ روایت بھی مدنظر رہنی چاہیے، جسے امام زبیدی نے اپنی کتاب " اتحاف السادۃ المتقین" میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی پاک بیبیوں کے لیے خیبر کے پھلوں سے ایک سال کا غلہ جمع فرمایا تھا (۱۴)۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ

سے ترک اسباب کی تائید نہیں ہوتی۔

قرآن کے مذکورہ بالا بیانات' آنحضرت ﷺ کے ارشادات گرامی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے یہ بات عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل کرنے کا مطلب ترک اسباب نہیں ہے۔ چنانچہ حصول مقصد کے لیے اسباب کو اختیار کرنا' توکل یا اعتماد علی اللہ کے خلاف نہیں ہے۔ پس اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ علاج کے لیے مریض کا ڈاکٹر کے پاس جانا اور ازالہ مرض کے لیے دواء کا استعمال کرنا توکل کے منافی ہے' تو یہ سوچ صحت مند اور صحیح سوچ نہیں ہے۔ الغرض زندگی کو نظم و ضبط اور کسی منصوبہ بندی کے تحت بسر کرنا نہ صرف شرعی طور پر جائز ہے' بلکہ وقت کا اہم تقاضا بھی ہے' جس سے تغافل برتنا ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے سود مند نہیں ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی اور "مغرب کی سازش"

خاندانی منصوبہ بندی سے اختلاف رکھنے والے بعض اہل علم کا خیال ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی اسلام کے خلاف مغرب کی ایک سازش ہے، جس کا مقصد دنیا میں مسلم آبادی کو کم کرنا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ موجودہ وقت میں عرب اور مسلم دنیا کو آبادی کی کثرت یا قلت کا مسئلہ درپیش نہیں ہے، بشرطیکہ مسلم ممالک کے وسیع اور غیر مستعمل وسائل کو کام میں لایا جائے، اور اگر مسلمان قومیں مادی طور پر ترقی کرنا چاہتی ہیں تو پھر انہیں اپنی آبادی میں اضافہ کرنا ہوگا۔ کیوں کہ بقول ڈاکٹر سعید رمضان البوطی آبادی کے دھماکے (Population explosion) نے قوموں کی اقتصادی ترقی کو آگے بڑھایا ہے اور جاپان اور امریکہ جیسے ملکوں کو عالمی طاقت بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنی کتاب "ضبط ولادت" (دمشق، ۱۹۷۰ء) میں دعویٰ کیا ہے کہ موجودہ وقت میں یورپ کی آبادی میں اضافے کی رفتار عرب دنیا کی شرح پیدائش سے زیادہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

> "ہمارے اندازے کے خلاف "نام نہاد محققین" یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ترقی پذیر ملکوں کی آبادی میں اضافے کی عام رفتار ۳ فیصد ہے، جب کہ یورپ اور امریکہ میں ۱،۵ ہے۔ ترقی پذیر ملکوں میں اقتصادی ترقی

کی رفتار ست ہے' جب کہ مغرب اور امریکہ میں یہ رفتار بہت تیز ہے... میرا (یعنی ڈاکٹر سعید رمضان کا) کہنا یہ ہے کہ یہ محقق اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ عرب علاقوں میں گنجان آبادی کا تناسب ۸-۹ فی مربع کیلو میٹر ہے۔ جب کہ یوروپ اور امریکہ میں یہ تناسب ۷-۸ مربع کیلو میٹر ہے۔ ہماری سرزمین قدرتی خزانوں سے مالا مال ہے' جب کہ اہل مغرب کی سرزمین عرب سرزمین کے مقابلے میں بنجر ہے۔ اگر آپ گنجان آبادی پر غور کریں تو آپ بے شبہ اس منطقی نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ یورپ میں شرح پیدائش ترقی پذیر ملکوں کی شرح پیدائش سے زیادہ ہے۔ خاص طور پر عرب ممالک کی بہ نسبت یہ اضافہ چار گنا زیادہ ہے۔"

یہ ہیں وہ اعتراضات جو عام طور پر خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف اٹھائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم سنجیدگی سے ان اعتراضات کا جائزہ لیں تو ان میں کوئی وزن نظر نہیں آتا۔ مثلاً اگر خانانی منصوبہ بندی واقعی اسلام کے خلاف مغرب کی ایک سازش ہوتی تو پھر اس حقیقت اور مشاہدے کو کیوں کر جھٹلایا جاسکتا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے منع حمل کے جدید وسائل کا سب سے زیادہ استعمال خود مغرب میں ہو رہا ہے۔ سازش کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ مغربی ملک ہمیں ان چیزوں کی دعوت دیں' جن سے وہ خود اپنے ملکوں میں اجتناب کرتے ہیں۔ سازش کی یہ انوکھی قسم ہے کہ مغرب تو اپنے ہاں شرح پیدائش میں کثرت سے بچنے کے لیے ایک منصوبہ بندی کے تحت طبی وسائل کا استعمال کر رہا ہے' لیکن اگر کثرت عیال سے بچنے کے لیے انہی وسائل کا استعمال مشرقی ممالک

میں کیا جاتا ہے تو یہی منصوبہ بندی بعض لوگوں کے خیال میں "سازش" کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔

جہاں تک مغرب اور مسلم دنیا کی آبادی سے متعلق ڈاکٹر سعید رمضان صاحب کے بیانات کا تعلق ہے، ہم ڈاکٹر موصوف کی علمی وجاہت اور اسلامی جذبے کا اعتراف کرنے کے باوجود یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مغرب اور مسلم دنیا کی شرح پیدائش کے بارے میں ان کے بیانات صحیح معلومات پر مبنی نہیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈیموگرافی اور آبادی کے شعبہ ہائے علوم میں آبادی کے اضافے کو ایک خاص فارمولے سے جانچا جاتا ہے۔ یہ فارمولہ سود مرکب کے فارمولے سے ملتا جلتا ہے۔

اقوام متحدہ اور مجلس برائے وحدت عرب میں محکمہ شماریات و دستاویزات کی شائع کردہ معلومات بتاتی ہیں کہ یورپ میں شرح پیدائش ۱۹۸۰ء میں ۰٫۳ فیصد تھی۔ اس حساب سے یورپ کی آبادی کو دوگنا ہونے کے لیے دو سو تینتیس (۲۳۳) برس لگیں گے۔ اس کے برعکس تیسری دنیا کی آبادی میں اضافہ ۲٫۶ فیصد سے ہو رہا ہے۔ اس شرح سے تیسری دنیا کی آبادی صرف پینتیس (۳۵) سال میں دوگنی ہو جائے گی۔ اور اب اگر مسلم اور عرب دنیا کی آبادی میں اضافہ لگ بھگ ۳ فیصد سالانہ کی شرح سے ہو رہا ہے تو یہ آئندہ تیئس (۲۳) سال میں دوگنی ہو جائے گی۔

مسلم دنیا کی آبادی میں جس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، اس سے ان ملکوں کی اقتصادی ترقی بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ مسلمان ممالک دوسرے ملکوں سے قرضہ لینے، غذا کی درآمد اور غیر ملکی امداد کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئے ہیں تاکہ اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔ نتیجے میں غربت، بیماری، ناخواندگی اور بے روزگاری جیسے سماجی

مسائل پیدا ہوگئے ہیں۔ ان مسائل نے اجتماعی ناکامی، انتہا پسندی اور بے اطمینانی کو جنم دیا ہے۔ البتہ تیل پیدا کرنے والے چند مسلم ممالک ان سماجی مشکلات سے دوچار نہیں ہیں۔ یہ ملک اپنی آبادی میں مزید اضافے کے متحمل ہوسکتے ہیں۔ لیکن ان ملکوں کی آبادی پوری اسلامی دنیا کی آبادی کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہے۔

رہا پروفیسر خورشید احمد صاحب کا یہ دعویٰ کہ یورپ کو عالمی طاقت بنانے میں ان کے ہاں "آبادی کے دھماکے" نے فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے قطعاً" درست نہیں ہے۔ اول تو علم شماریات کی رو سے ان کے اعداد و شمار صحیح نہیں۔ اگر پروفیسر صاحب ڈیموگرافی کے ماہرین سے ان شماریات کی توثیق کرا لیتے تو وہ شاید یہ غلط نتائج اخذ نہ کرتے۔ اور نہ ہی یہ دعویٰ کرتے کہ... "چین... خصوصیت کے ساتھ تکثیر آبادی کی پالیسی پر عامل ہے۔" (۱۵) دوسرے تاریخی طور پر ان شماریات سے برعکس نتیجہ نکلتا ہے۔ یعنی یہ پتا چلتا ہے کہ جب یورپ میں آبادی میں اضافہ ہوا تو یہاں سے لوگوں نے وسیع پیمانے پر امریکہ، آسٹریلیا اور دیگر مقامات کی طرف نقل مکانی کی جس کی وجہ سے یورپ کو آبادی کے دباؤ سے نجات ملی اور اس کی اقتصادی کامیابی ممکن ہوئی۔

موجودہ وقت میں مسلم دنیا بہت سی آزاد اور خود مختار ریاستوں پر مشتمل ہے۔ وہ اپنی آزادی اور عالم گیر روحانی اور اخلاقی تہذیب و ثقافت کی بنیاد پر بے شک ایسی پالیسی وضع کرسکتے ہیں کہ کم آبادی والی مسلم ریاستیں جنہیں خدا نے وسیع قدرتی وسائل سے نوازا ہے، اپنے ہاں ان مسلمان بھائیوں کو قبول کر لیں جن کا تعلق غریب اور کثیر آبادی والی مسلم ریاستوں سے ہے۔ لیکن ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ مسلم معاشرے میں ایک صحت مند روحانی انقلاب کو برپا کئے بغیر امیر مسلم

ریاستوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنی دولت میں سے غریب مسلمانوں کو بھی حصہ دیں گی' کوئی حقیقت پسندانہ نقطہ نظر نہیں ہے۔ خدا کرے کہ وہ مبارک دن بہت جلد آئے جب خوش حال اور صاحب ثروت مسلم ممالک اپنے قدرتی وسائل میں اپنے غریب مسلم بھائیوں کو بھی شریک کر لیں۔ لیکن جب تک ایسا نہیں ہوتا' ہمیں تلخ حقائق کی روشنی میں اپنے اجتماعی پروگرام اور منصوبے تیار کرنا چاہییں۔ کیوں کہ زندگی کے حقائق کا اعتراف کئے بغیر ہم اپنے اجتماعی مسائل کا مشکل ہی سے حل تلاش کر پائیں گے۔

ہمارے کلاسیکی ادب سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے عہد اول میں اہل نظر اور تلوار کے دھنی حقیقت پسند واقع ہوئے تھے۔ اسلام نے ان کی فطری صلاحیتوں اور عملی جدوجہد کے سامنے ایک نئی راہ کھول دی تھی' وہ اشیاء کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود باطل پر بھاری رہے اور ایک باوقار' پرشکوہ اور پاکیزہ زندگی ان کے حصے میں آئی۔ اس کے برعکس جب ہم نے زندگی کے حقائق اور بلند مقاصد سے غفلت برتی تو ہماری کثرت کسی کام نہ آئی۔

ایک دفعہ مصر کے معروف گورنر حضرت عمرو بن عاصؓ نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

> "لوگو! تم چار عادتوں سے بچو کیونکہ یہ عادتیں آرام کے بعد تکلیف' خوشحالی کے بعد تنگی' عزت کے بعد ذلت میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ تم کثرت عیال' خستہ حالی' فضول خرچی (ضیاع مال) اور مہمل گفتگو سے بچو۔" (۱۶)

"سنن ابی داؤد" کی ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ

نے فرمایا:

"قریب ہے کہ (دنیا کی) قومیں یک جا ہو کر تم پر ٹوٹ پڑیں' جیسے بھوکے کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔" صحابہ نے عرض کی "یا رسول اللہؐ" کیا اس دن ہم بہت تھوڑے ہوں گے؟" "نہیں" آنحضورؐ نے فرمایا "تم اس دن بڑی تعداد میں ہوگے' لیکن تمہاری کثرت سیلاب کے کوڑے کرکٹ اور جھاگ کی مانند ہوگی' خدا تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارے ڈر کو ختم کر دے گا اور تمہارے دلوں کو "وھن" (کمزوری) سے بھر دے گا۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ' یہ وھن کیا ہے؟" "دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا۔" آنحضورؐ نے فرمایا۔ (ابوداؤد: کتاب الملاحم)

یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کو کثرت درکار ہے لیکن آج جس کثرت کی ترغیب دی جانی چاہیے' وہ کمیت نہیں بلکہ کیفیت و نوعیت کی کثرت ہے۔ مسلم ڈیموگرافروں' ڈاکٹروں اور عمرانیات اور منصوبہ بندی کے ماہرین نے متنبہ کیا ہے کہ بہت سے مسلمان ملکوں میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی ان ملکوں کی روحانی' اجتماعی' اقتصادی اور سائنسی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن چکی ہے۔

ہمیں مسرت ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق پیش لفظ میں اٹھائے گئے سوالات کا ہم نے جائزہ مکمل کر لیا ہے' اور مقدور بھر کوشش کی ہے کہ یہ جائزہ خالص علمی اور فقہی بنیادوں پر مبنی ہو۔ اس کوشش میں ہمیں جن حقائق کا سراغ ملا ہے' ہم نے انہیں پورے خلوص سے سپرد قرطاس کر دیا ہے۔

ہم اخلاص سے یہ رائے رکھتے ہیں کہ موجودہ وقت میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ ایک سنگین اور اہم مسئلہ ہے۔ اگر اس مسئلے کے حل کے لیے انفرادی اور قومی سطح پر کوئی فوری اور موثر قدم نہ اٹھایا گیا' تو یہ امر ہماری مادی اور روحانی زندگی کے لیے انتہائی تباہ کن ثابت ہوگا۔ بے شبہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے عظیم تہذیبی اور ثقافتی ورثے کی حفاظت کریں اور اپنی اسلامی روایات اور روحانی تصورات کی روح میں ڈوب کر اپنے جدید مسائل کا حل تلاش کریں' لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم روح عصر اور وقت کے تقاضوں سے غفلت نہ برتیں۔ اس لیے کہ "ہم وقت سے لڑ نہیں سکتے۔" ماضی سے روشنی حاصل کر کے ہمیں ایک نئے عزم' ولولے اور ٹھوس پروگرام کے ساتھ اپنے روشن مستقبل کی تخلیق میں سرگرم عمل ہو جانا چاہیے۔ یہی ایک راہ ہے جس پر چل کر ہم اہل پاکستان' امت اسلامیہ اور انسانیت کی بہتر اور مثبت طور پر خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ سچائی اور راست بازی کی راہ پر چلنے والے لوگوں کو خوشخبری دیتے ہوئے قرآن مجید نے فرمایا:

والذین جھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (سورہ العنکبوت:۶۹)

ترجمہ: "اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جانفشانی کی' ضروری ہے کہ ہم بھی ان پر اپنی راہیں کھول دیں گے۔"

خاندانی منصوبہ بندی اور مفتی مصر کا فتویٰ

ہم اس بحث کو سابق مفتی مصر اور موجودہ شیخ الازہر شیخ سید طنطاوی کے ایک اہم فتوے پر ختم کرتے ہیں۔ یہ فتویٰ قاہرہ کے اخبار "الوفد" (مورخہ ۸-۷ر ستمبر ۱۹۸۸ء) میں شائع ہوا تھا۔

تمہیدی بیان

یہاں آغاز میں چند حقائق کی نشاندہی ضروری ہے:

۱۔ تمام آسمانی مذاہب انسانیت کی بھلائی کے لیے نازل ہوئے ہیں۔

۲۔ مذہب پر گفتگو علمی ہونی چاہیے' جس کے لیے علم فقہ سے بھی آگاہی ضروری ہے۔ نیز یہ کہ مستند اہل علم کی رائے' حق کو چھپائے اور خوف و خطر کے بغیر' معروضی ہونی چاہیے۔

۳۔ ہم ایسے عہد میں زندگی بسر کر رہے ہیں' جب قومیں اپنی تعداد یا اپنی سرزمین کے رقبے کی بنیاد پر نہیں' بلکہ اپنی تیکنیکی صلاحیت' علمی انکشافات اور سائنسی کامیابیوں پر اس انداز سے فخر کر رہی ہیں کہ دوسری قومیں ان پر تکیہ کر سکیں نہ کہ وہ دوسروں کا سہارا تلاش کریں۔

۴۔ اسلامی فقہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایسے امور کے لیے جن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی واضح نصوص موجود ہیں۔ لیکن

جہاں وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی مصلحتیں بدلتی رہتی ہیں وہاں شریعت کے مقاصد اور اصولوں میں اتنی وسعت موجود ہے کہ امت کے اہل علم اور اصحاب فکر ان اصولوں کی روشنی میں قوانین خداوندی میں ایسے حل نکال سکتے ہیں جو ان کے مصالح کی حفاظت کر سکیں۔

۵۔ خاندانی منصوبہ بندی کی ضرورت بدلتی رہتی ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک مقام پر خاندانی منصوبہ بندی کی ضرورت کا شدت سے احساس کیا جا رہا ہے لیکن دوسرے مقام پر یہ احساس نہ ہو، بلکہ کم آبادی والی قومیں اپنی آبادی میں اضافے کی آرزو رکھتی ہوں۔

فتویٰ

۱۔ خاندانی منصوبہ بندی کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی باہمی سمجھوتے سے متعدد حمل کے درمیان وقفے کے لیے کوئی طریقہ کار اختیار کریں یا خاندان کے حجم کو چھوٹا رکھنے کے لیے عارضی طور پر پیدائش کے عمل کو روک دیں، تاکہ والدین اپنے بچوں کی عمدہ نگہداشت کے قابل ہو سکیں، اور انہیں کسی جسمانی مشقت اور اقتصادی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ خاندانی منصوبہ بندی دراصل مستقل نس بندی یا بانجھ بنانے یا مستقل اسقاط حمل کا نام نہیں۔ کیونکہ بانجھ بنانے یا مستقل اسقاط حمل کی اجازت نہیں ہے۔

۲۔ عزل (یا مانع حمل وسائل) صحیح دلائل کی بنا پر مذہبی اور

عقلی نقطہ نظر سے جائز ہے۔ قدیم فقہاء مثلاً امام غزالی یا عہد حاضر کے علماء مثلاً شیخ سید سابق نے عزل یا دوسرے جدید وسائل کے جواز کی تصدیق و توثیق کر دی ہے۔

۳۔ کثرت آبادی کے مسئلے کا حل صرف خاندانی منصوبہ بندی ہی نہیں ہے بلکہ اس کے متوازی یہ حل بھی ہے کہ لوگ معاشرے کی تعمیر و ترقی کے لیے اتحاد و اتفاق' محنت و مشقت اور مکمل ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اپنے فرائض کو بہتر طور پر سرانجام دیں۔ یہ فتویٰ ان سابقہ فتووں کا تسلسل اور تکملہ ہے' جو خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر شیخ عبدالمجید سلیم نے ۱۹۳۷ء میں' جامعہ الازہر کی فتویٰ کمیٹی نے ۱۹۵۳ء میں' شیخ محمود شلتوت نے ۱۹۵۹ء میں اور شیخ جاد الحق نے ۱۹۸۰ء میں جاری کیے تھے

۴۔ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ حکومت قانون جاری کر کے تمام لوگوں کو خاندانی منصوبہ بندی پر مجبور کرے۔ البتہ حکومت یہ کرسکتی ہے کہ ملکی صورت حال' اولاد کے حقوق اور خاندانی منصوبہ بندی کے دینی پہلو کے بارے میں شہریوں کو صحیح معلومات مہیا کرے۔

۵۔ خاندانی منصوبہ بندی نہ تو "قتل" کے مترادف ہے اور نہ ہی "واد" (بچے کو زندہ دفن کر دینا' جیسا کہ عہد جاہلیت میں ہوتا تھا) ایسے ہی خاندانی منصوبہ بندی قضا و قدر یا توکل علی اللہ' یا خدائی قدرت اور نہ ہی کثرت کی ترغیب سے متصادم ہے۔

آنحضرت ﷺ ہماری عددی کثرت پر نہیں بلکہ ماہیتی کثرت پر فخر فرمائیں گے۔ آپؐ نے تو نااہل اور غیر منظم کثرت پر یا ہجوم پر طنز فرمایا ہے۔

۶۔ اسلام عزل کے ان تمام طریقوں کی تصدیق کرتا ہے جو مضر صحت نہ ہوں، شرع کے مطابق ہوں اور مسلمان ڈاکٹروں نے ان کی تصدیق و توثیق کی ہو۔ اسلام کے ابتدائی عہد میں (کثرت اولاد سے بچنے کے لیے) عزل ہی ایک ممکن الحصول طریقہ تھا، لیکن آج ہمارے پاس گولیاں، چھلے (IUD)، ٹیکے اور دوسرے وسائل بھی ہیں، جن کا انکشاف جدید طب نے کیا ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ملاحظہ ہو "الفتاویٰ الاسلامیہ" (قاہرہ: مجلس اعلیٰ برائے اسلامی امور، ۱۹۸۳ء)، ج۹، ص ۳۰۸۷۔ ۳۰۹۲۔ ۳۱۹۳۔

۲۔ شیخ موصوف نے خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں فرمایا: وباستقراء آیات القرآن یتضح انہ لم یرد فیہ مایحرم منع الحمل او الاقلال من النسل

۳۔ علم الاقتصاد۔ (لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۷۷ء) ص ۲۶۰، ۲۶۱

۴۔ ایضاً، ص ۱۲ (پیش لفظ)۔

۵۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر سعید رمضان بوطی: مسئلة تجدید النسل، وقایة" و علاجا" (دمشق: مکتبہ فارابی، ۱۹۷۵ء)

۶۔ احکام القرآن، (لاہور، ۱۹۸۰ء)، ج۱، ص ۳۵۳۔

۷۔ القرطبی: احکام القرآن، سورۃ النساء: ۲۱، ۲۲

۸۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں مسئلہ عزل پر تفصیل سے لکھا ہے، جہاں انہوں نے عزل پر عمل کرنے والے صحابہ کرامؓ کی فہرست دی ہے۔ وہاں آپ نے ان صحابہ کرامؓ کا بھی ذکر کیا ہے، جو عزل کو ناپسند فرماتے تھے۔ ملاحظہ کیجئے: زاد المعاد، ج۴، ص ۱۶۔۱۸ (ط البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۹۵۰ء)

۹۔ احیاء علوم الدین (کتاب النکاح) (قاہرہ: ط۔ محمد علی صبیح، تحقیق الحافظ العراقی) ج۲، ص ۴۷، ۴۸۔

۱۰۔ زاد المعاد، ج۱، ص ۱۶۔۱۸۔

۱۱۔ "مختصر الفتاوی المصریہ" ص ۴۶۶، (قاہرہ ۱۹۲۹ء)

۱۲۔ دیکھیے: عبدالرحیم عمران: اسلامی میراث میں خاندانی منصوبہ بندی، ص ۴۶۰ (اسلام آباد، اقوام متحدہ فنڈ برائے آبادی، ۱۹۹۴ء)

۱۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: احیاء علوم الدین کی معروف شرح:

اتحاف السادۃ المتقین (کتاب التوکل)، ج ۹، ص ۵۳۰ (قاہرہ، ۱۳۱۱ھ، ط الحلبی)

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ ملاحظہ ہو: مولانا مودودی: اسلام اور ضبط ولادت، ضمیمہ دوم جسے پروفیسر خورشید احمد صاحب نے لکھا ہے، ص ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۷۳، ۱۷۷۔ (لاہور، ۱۹۸۸ء) نیز، عبدالرحیم عمران: اسلامی میراث میں خاندانی منصوبہ بندی، ص ۳۸۱، ۳۸۲

یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ یورپ اپنی آبادی پر قابو پانے کے لیے دو سو سال سے کام کر رہا ہے۔ سب سے پہلے اس موضوع پر برطانیہ کے ایک پادری تھوماس مالتھوس (Thomas Malthus) نے ۱۷۹۸ء میں اپنا مقالہ "آبادی کے اصول پر جو مستقبل میں معاشرے کی ترقی پر اثر انداز ہوتے ہیں" لکھا تھا۔ اس مقالے میں مالتھوس نے بتایا کہ بھوک اور افلاس پر قابو پانا آسان نہیں، کیونکہ غذا کی فراہمی کی بہ نسبت آبادی میں اضافے کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ضبط ولادت ہی ایک ایسی راہ ہے، جس پر چل کر آبادی میں اضافے کی رفتار کو سست کر کے بھوک پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ جون اور (John Orr) نے اپنی کتاب "سفید آدمی کا مخمصہ" (The White Man's Dilemma) میں ضبط ولادت سے متعلق جاپان کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: "جاپان میں ۱۹۵۰ء میں شرح پیدائش ۲۸٫۳ فی ہزار تھی جو ۱۹۵۷ء میں گر کر ۱۷٫۲ فی ہزار رہ گئی۔" فاضل مولف نے مغربی ملکوں میں آبادی میں اضافے کو روکنے کے لیے کی گئی کوششوں کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے اس دعوے کی نفی ہوتی ہے کہ آبادی کے دھاکے نے یورپ کی اقتصادی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ص ۴۲، ۴۳، (ط۔ لندن، ۱۹۶۵ء)

۱۶ تفصیل کے لیے دیکھیے: النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر و القاھرۃ (قاہرہ ۱۹۲۹ء، ج ۱، ص ۷۳)